سورة الانبیاء

آیات ۴۸ - ۷۰

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ الْفُرْقَانَ وَضِيَآءً وَّذِكْرًا لِّلْمُتَّقِيْنَ ۙ﴿۴۸﴾ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ وَهُمْ مِّنَ
السَّاعَةِ مُشْفِقُوْنَ ﴿۴۹﴾ وَهٰذَا ذِكْرٌ مُّبٰرَكٌ اَنْزَلْنٰهُ ؕ اَفَاَنْتُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ ﴿۵۰﴾
وَلَقَدْ اٰتَيْنَآ اِبْرٰهِيْمَ رُشْدَهٗ مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا بِهٖ عٰلِمِيْنَ ۚ﴿۵۱﴾ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ مَا هٰذِهِ التَّمَاثِيْلُ الَّتِيْٓ
اَنْتُمْ لَهَا عٰكِفُوْنَ ﴿۵۲﴾ قَالُوْا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا لَهَا عٰبِدِيْنَ ﴿۵۳﴾ قَالَ لَقَدْ كُنْتُمْ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۵۴﴾
قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا بِالْحَقِّ اَمْ اَنْتَ مِنَ اللّٰعِبِيْنَ ﴿۵۵﴾ قَالَ بَلْ رَّبُّكُمْ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الَّذِيْ فَطَرَهُنَّ ۖ وَ
اَنَا عَلٰى ذٰلِكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۵۶﴾ وَتَاللّٰهِ لَاَكِيْدَنَّ اَصْنَامَكُمْ بَعْدَ اَنْ تُوَلُّوْا مُدْبِرِيْنَ ﴿۵۷﴾ فَجَعَلَهُمْ جُذٰذًا اِلَّا
كَبِيْرًا لَّهُمْ لَعَلَّهُمْ اِلَيْهِ يَرْجِعُوْنَ ﴿۵۸﴾ قَالُوْا مَنْ فَعَلَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَآ اِنَّهٗ لَمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۵۹﴾ قَالُوْا سَمِعْنَا فَتًى
يَّذْكُرُهُمْ يُقَالُ لَهٗٓ اِبْرٰهِيْمُ ؕ﴿۶۰﴾ قَالُوْا فَاْتُوْا بِهٖ عَلٰٓى اَعْيُنِ النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَشْهَدُوْنَ ﴿۶۱﴾ قَالُوْٓا ءَاَنْتَ فَعَلْتَ هٰذَا
بِاٰلِهَتِنَا يٰٓاِبْرٰهِيْمُ ؕ﴿۶۲﴾ قَالَ بَلْ فَعَلَهٗ ۖۗ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا فَسْـَٔلُوْهُمْ اِنْ كَانُوْا يَنْطِقُوْنَ ﴿۶۳﴾ فَرَجَعُوْٓا اِلٰٓى اَنْفُسِهِمْ
فَقَالُوْٓا اِنَّكُمْ اَنْتُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۙ﴿۶۴﴾

سُوْرَةُ الْاَنْبِیَآء

آیات 112

مکیة

اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ مُّعْرِضُوْنَ

تمام انبیاء کی دعوت کا محور توحید اور دین کی دعوت و اقامت ہے؛ نجات اسی میں ہے، رسول اللہ ﷺ کی بعثت پوری انسانیت کے لیے رحمت ہے۔ جو اس دعوت کو رد کریں گے وہ خسارے میں رہیں گے، جبکہ زمین کی وراثت صالحین کو ملے گی۔

قریش کو انذار و تنبیہ - توحید کے دلائل اور انکارِ رسالت پر وعید

آیات 1-47

- آیات 1 تا 15: قریش کے لیے اتمامِ حجت: انذار مکذبین کو یاد دہانی - تاریخِ عالم کا حوالہ
- آیات 16 تا 29: کائنات کی حقیقت اور انجام: توحید کا اثبات اور شرک کی تردید
- آیات 30 تا 41: کائنات کی نشانیوں سے استدلال اور کفار کے اعتراضات کا جواب
- آیات 42 تا 47: دعوتِ حق کا غلبہ اور منکرین کو انجام کی تنبیہ

تاریخ نبوت اور کارِ نبوت

آیات 48-91

- آیات 48 تا 50: موسیٰؑ و ہارونؑ کا ذکر - قرآن و تورات کی مشترکہ دعوتِ توحید
- آیات 51 تا 73: ابراہیم علیہ السلام کی توحیدی خدمات—عقیدۂ توحید
- آیات 74 تا 77: لوطؑ اور نوحؑ کی نجات مجرمین کی ہلاکت
- آیات 78 تا 86: صابر و شاکر انبیاء کی مثالیں اہل ایمان کی حوصلہ افزائی
- آیات 87 تا 90: خدا کی قدرت و حکمت کے مظاہرے - یونس، زکریا، یحییٰ، علیہم السلام کا حوالہ
- آیات 91: اللہ کی قدرت کی نشانی: حضرت مریم اور حضرت عیسیٰ

اختتامیہ - دعوتِ انبیا کا تسلسل اور آخری فیصلے کی تنبیہ

آیات 92 -112

- آیات 92 تا 95: تمام انبیاء کی ایک ہی ملت کی طرف دعوت، توحید کی ملت— پھر لوگوں کا اختلاف
- آیات 96 تا 106: قربِ قیامت کی تنبیہ اہل شرک کا انجام اہل ایمان و توحید کا انجام
- آیات 107 تا 112: آپ ﷺ رحمت اللعالمین اور آپؐ پر ایمان لانے کی دعوت مسلمانوں کو اقتدار حاصل ہوگا

وَلَقَدۡ اٰتَيۡنَا مُوۡسٰى وَهٰرُوۡنَ الۡفُرۡقَانَ وَضِيَآءً وَّ ذِكۡرًا لِّلۡمُتَّقِيۡنَ ﴿۴۸﴾ الَّذِيۡنَ يَخۡشَوۡنَ رَبَّهُمۡ بِالۡغَيۡبِ وَهُمۡ مِّنَ السَّاعَةِ مُشۡفِقُوۡنَ ﴿۴۹﴾ وَهٰذَا ذِكۡرٌ مُّبٰرَكٌ اَنۡزَلۡنٰهُ ؕ اَفَاَنۡتُمۡ لَهٗ مُنۡكِرُوۡنَ ﴿۵۰﴾

وَلَقَدۡ اٰتَيۡنَا مُوۡسٰى وَهٰرُوۡنَ - اور بلاشبہ یقیناً ہم نے دی موسیٰ اور ہارون کو

اٰتٰی یُؤۡتِیۡ ، اِیۡتَآءٌ: دینا، عطا کرنا

الۡفُرۡقَانَ وَضِيَآءً - فرقان اور روشنی

فُرۡقَان : خوب فرق کرنے والا/والی (کتاب - یعنی توراۃ)

ضِیَآء: روشنی

وَّ ذِكۡرًا لِّلۡمُتَّقِيۡنَ - اور ایک نصیحت پرہیزگاروں کے لیے

ذِکۡرًا: ذکر، نصیحت

الَّذِيۡنَ يَخۡشَوۡنَ - وہ لوگ جو ڈرتے ہیں

خَشِیَ یَخۡشٰی ، خَشۡیَۃٌ: ڈرنا

کسی امر کی عظمت کی وجہ سے ڈرنا، جو عقل و شعور کے ساتھ ہو

رَبَّهُمۡ بِالۡغَيۡبِ وَهُمۡ - اپنے رب سے بغیر دیکھے اور وہ

مُشۡفِق/مُشۡفِقُوۡن ڈرنے والا/والے

أشفقَ یُشفِق ، إشفاقًا: ڈرنا (IV)

مِّنَ السَّاعَةِ مُشۡفِقُوۡنَ - قیامت سے (بھی) ڈرنے والے ہیں

خوف، محبت اور احتیاط کے امتزاج کا ڈر

وَهٰذَا ذِكۡرٌ - اور یہ (قرآن) ایک نصیحت ہے

بَارَکَ یُبارِكُ ، مُبارَکَۃً: خیر، نمو اور دوام عطا کرنا (III)

مُّبٰرَكٌ اَنۡزَلۡنٰهُ - بابرکت، ہم نے نازل کیا ہے اسے

مُبارَكٌ: بابرکت، جسے برکت دی گئی (اسم مفعول)

مُبارِكٌ: برکت دینے والا (اسم فاعل)

اَفَاَنۡتُمۡ لَهٗ مُنۡكِرُوۡنَ - کیا تم پھر اسکے انکار کرنے والے ہو

مُنۡکِر (جمع مُنۡکِرُون): انکار کرنے والا (اسم فاعل)

وَ لَقَدۡ اٰتَیۡنَا مُوۡسٰی وَ ہٰرُوۡنَ الۡفُرۡقَانَ وَ ضِیَآءً وَّ ذِکۡرًا لِّلۡمُتَّقِیۡنَ ﴿۴۸﴾ الَّذِیۡنَ یَخۡشَوۡنَ رَبَّہُمۡ بِالۡغَیۡبِ وَ ہُمۡ مِّنَ السَّاعَۃِ
مُشۡفِقُوۡنَ ﴿۴۹﴾ وَ ہٰذَا ذِکۡرٌ مُّبٰرَکٌ اَنۡزَلۡنٰہُ ؕ اَفَاَنۡتُمۡ لَہٗ مُنۡکِرُوۡنَ ﴿۵۰﴾

پہلے ہم موسیٰؑ اور ہارونؑ کو فرقان اور روشنی اور "ذکر" عطا کر چکے ہیں اُن متقی لوگوں کی بھَلائی کے لیے

جو بے دیکھے اپنے رب سے ڈریں اور جن کو (حساب کی) اُس گھڑی کا کھٹکا لگا ہُوا ہے

اور اب یہ بابرکت "ذکر" ہم نے (تمہارے لیے) نازل کیا ہے پھر کیا تم اِس کو قبول کرنے سے انکاری ہو؟

Surely We had granted to Moses and Aaron the Criterion (between right and wrong), and Light and Admonition for the good of the God-fearing for those who fear their Lord without seeing Him and dread the Hour (of Reckoning).
This is a Blessed Admonition that We have revealed. Are you, then, going to reject it?

محمد اقبال

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ الْفُرْقَانَ وَضِيَآءً وَّ ذِكْرًا لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿٤٨﴾ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ وَهُمْ مِّنَ السَّاعَةِ مُشْفِقُوْنَ ﴿٤٩﴾ وَهٰذَا ذِكْرٌ مُّبٰرَكٌ اَنْزَلْنٰهُ ؕ اَفَاَنْتُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ ﴿٥٠﴾

آیات 48 - 50

- یہ تین آیات دراصل انبیاء علیہ السلام کی دعوتِ توحید کے تسلسل اور وحدتِ رسالت کے بیان میں ایک کلیدی موڑ ہے۔

آیات 1—47 میں :

- ⇦ مشرکینِ مکہ کے انکارِ آخرت، تمسخراور پیغمبرِ اسلام ﷺ کی رسالت کے انکار پر گفتگو ہے
- ⇦ وہاں یہ بار بار واضح کیا گیا کہ انبیاء کی دعوت ہمیشہ توحید اور قیامت کی یاد دہانی پر قائم رہی
- ⇦ پچھلی قوموں نے بھی یہی رویہ اختیار کیا- استہزاء، انکار، پھر عذاب

آیت 48 سے کلام نئے مرحلے میں :

- یہاں انبیاء علیہ السلام کی ایک تاریخی زنجیر پیش کی جارہی ہے -موسیٰ، ہارون، ابراہیم، لوط، نوح، داؤد، سلیمان، ایوب، اسماعیل، ادریس، ذوالکفل، یونس، زکریا، یحییٰ، عیسیٰ (علیہم السلام) -تاکہ قریش کو بتایا جائے کہ جس دعوت کا تم مذاق اڑا رہے ہو، یہی دعوت ہر نبی لے کر آیا
- **حضرت موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کا ذکر:** یہاں اس تذکرے سے مراد یہ بتانا مقصود ہے کہ موسیٰ اور ہارون علیہما السلام بنی اسرائیل کے لیے توحید اور شریعت کی تجدید کا ذریعہ بنائے گئے۔
  - ⇦ ان پر " الفرقان" یعنی کتابِ ہدایت اور حق و باطل میں امتیاز کرنے والا معیار- نازل کی گئ
  - ⇦ یہ کتاب" الضیاء " نورِ ہدایت (گمراہی کے اندھیروں میں روشنی)، اور "الذکر" یعنی نصیحت و یاد دہانی تھی

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ الْفُرْقَانَ وَضِيَآءً وَّ ذِكْرًا لِّلْمُتَّقِيْنَ ۙ﴿۴۸﴾ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ وَهُمْ مِّنَ السَّاعَةِ مُشْفِقُوْنَ ﴿۴۹﴾ وَهٰذَا ذِكْرٌ مُّبٰرَكٌ اَنْزَلْنٰهُ ؕ اَفَاَنْتُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ ﴿۵۰﴾

آیات 48 - 50

انبیاء کے تذکرے میں اس کا مقام اور اہمیت :

- موسیٰ و ہارون کا ذکر سب سے پہلے اس لیے آیا کہ وہ شریعتِ موسوی کے حامل تھے - اور اسی شریعت کی روح اب نازل ہونے والی کتاب قرآن کریم میں جاری وساری ہے۔
- اس ذکر سے یہ بتایا جارہا ہے کہ "جس طرح ہم نے اُنہیں 'الفرقان' دیا تھا، ویسے ہی ہم نے تمہیں بھی 'ذِکرٌ مبارک' دیا ہے۔ یعنی قرآن کوئی نیا پیغام نہیں، بلکہ سلسلۂ ہدایت کی تکمیل ہے"

قریش کے لیے عبرت اور نبی کریمؐ کے لیے تسلی :

- قریش چونکہ رسولِ اکرم ﷺ کو جھٹلا رہے تھے، جیسے فرعون نے موسیٰ کو جھٹلایا۔ یہاں موسیٰ کا ذکر گویا پیغمبرِ اسلام ﷺ کے لیے تسلی ہے کہ "جس طرح ہم نے موسیٰ کو معجزات دیے، تمہیں بھی 'ذِکرٌ مبارک' (قرآن) دیا ہے؛ اور انجام حق کا ہی ہوگا"
- انکار کرنے والوں کے لیے تنبیہ : موسیٰ و ہارون بطورِ نبی اور توراۃ بطور کتاب - ایک حقیقت جسے تم جاتے ہو، تو اس قرآن کا کیوں انکار کرتے ہو جو اسی تسلسل کی کڑی ہے؟
- آیات 48-50 دراصل نبوتِ محمدی ﷺ کا عقلی و تاریخی ربط قائم کرتی ہیں۔ موسیٰ و ہارون کا ذکر قرآن کے "ذِکرٌ مبارک" ہونے کا دلائل میں پہلا قدم ہے- تاکہ قریش کو سمجھایا جائے کہ یہ دعوت نہ نئی ہے نہ عجیب، بلکہ وہی نور ہے جو ہر دور میں اہلِ تقویٰ کے لیے نازل ہوا اور منکروں کے لیے حجت اور انتباہ ہے

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ الْفُرْقَانَ وَضِيَآءً وَّ ذِكْرًا لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝٤٨ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ وَهُمْ مِّنَ السَّاعَةِ مُشْفِقُوْنَ ۝٤٩ وَهٰذَا ذِكْرٌ مُّبٰرَكٌ اَنْزَلْنٰهُ ۭ اَفَاَنْتُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ ۝٥٠

گزشتہ انبیائے کرام سے استشہاد

- یہاں سے انبیاء علیہم السلام کے طویل سلسلے کا ذکر شروع ہوتا ہے۔ اس تذکرے کا مقصد صرف تاریخی واقعات بیان کرنا نہیں، بلکہ مشرکین مکہ اور تمام سننے والوں کو ایک اصولی حقیقت سمجھانا ہے، کہ اللہ کی سنت ہمیشہ ایک ہی طرح جاری رہی ہے

1. تمام پچھلے انبیاء بھی انسان تھے، کوئی غیر معمولی مخلوق یا الوہیت کے حامل وجود نہیں تھے۔ تاریخ میں یہ کوئی نیا واقعہ نہیں کہ ایک بشر کو رسول بنا کر بھیجا گیا ہو۔
2. ان کا مشن بھی وہی تھا جو محمد ﷺ کا ہے۔-توحید، آخرت اور عمل صالح کی دعوت۔ ان کے پیغامات میں اور اس شریعت میں کوئی جوہری فرق نہیں، بس یہ فرق ہے کہ سابقہ شریعتیں اپنے اپنے زمانے اور حالات تک محدود تھیں، جب کہ آپ ﷺ کی شریعت عالمگیر اور قیامت تک کے لیے مکمل ہے۔
3. ،انبیاء کے ساتھ اللہ کا خاص معاملہ رہا ہے۔ وہ سخت مصائب سے گزرے، اپنی قوموں کی تکذیب اور ظلم سہتے رہے، لیکن آخرکار اللہ نے انھیں اپنی نصرت سے سرفراز کیا —— ان کی دعائیں سنی گئیں، مخالفین رسوا ہوئے، اور حق غالب آیا
4. باوجود قربِ الٰہی اور معجزانہ تائید کے، وہ بندے ہی تھے - خطا اور آزمائش کے دائرے میں۔ یہی ان کی بشریت اور بندگی کی دلیل ہے۔

- یہ تذکرہ قریش کے لیے تنبیہ بھی ہے (جس طرح پچھلی قوموں نے اپنے پیغمبروں کی مخالفت کرکے ہلاکت مول لی، تم بھی اگر اسی روش پر قائم رہے تو انجام مختلف نہیں ہوگا) اور آپ ﷺ کے لیے تسلی بھی کہ اللہ حق کی دعوت کو بالآخر غالب کرتا ہے

وَلَقَدۡ اٰتَيۡنَاۤ اِبۡرٰهِيۡمَ رُشۡدَهٗ مِنۡ قَبۡلُ وَكُنَّا بِهٖ عٰلِمِيۡنَ‌ۚ ۝٥١ اِذۡ قَالَ لِاَبِيۡهِ وَقَوۡمِهٖ مَا هٰذِهِ التَّمَاثِيۡلُ الَّتِىۡۤ اَنۡتُمۡ لَهَا عٰكِفُوۡنَ ۝٥٢ قَالُوۡا وَجَدۡنَاۤ اٰبَآءَنَا لَهَا عٰبِدِيۡنَ ۝٥٣

وَلَقَدۡ اٰتَيۡنَاۤ اِبۡرٰهِيۡمَ - اور بلاشبہ یقیناً ہم نے دی ابراہیم کو

رُشۡدَهٗ مِنۡ قَبۡلُ - ان کی معاملہ فہمی اس سے پہلے

رُشۡد : ہدایت، ہوش مندی، سمجھ بوجھ

وَكُنَّا بِهٖ عٰلِمِيۡنَ - اور ہم تھے اسکو (خوب) جاننے والے

عٰلِمِيۡن: عَالِمٌ کی جمع (جاننے والے)

اِذۡ قَالَ لِاَبِيۡهِ وَقَوۡمِهٖ - جب اس نے کہا اپنے باپ سے اور اپنی قوم سے

اَبِیْ : باپ

مَا هٰذِهِ التَّمَاثِيۡلُ - کیا ہیں یہ مورتیاں

تَمَاثِيْل : جمع تِمْثَالٌ - مورتیاں، تصویریں

الَّتِىۡۤ اَنۡتُمۡ لَهَا - وہ تم لوگ جن کے لیے

عٰكِفُوۡنَ - اعتکاف کرنے والے ہو

عٰکِفُوْن : اعتکاف کرنے والے (مجاور بنے بیٹھے)

قَالُوۡا وَجَدۡنَاۤ اٰبَآءَنَا - انہوں نے کہا ہم نے پایا اپنے باپ دادا کو

وَجَدَ يَجِدُ ، وُجُوْدًا : پانا

لَهَا عٰبِدِيۡنَ - ان کے لیے عبادت کرنے والے

عٰبِدِيْن: عبادت کرنے والے

قَالَ لَقَدْ كُنْتُمْ اَنْتُمْ وَ اٰبَآؤُكُمْ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿٥٤﴾ قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا بِالْحَقِّ اَمْ اَنْتَ مِنَ اللّٰعِبِيْنَ ﴿٥٥﴾ قَالَ بَلْ رَّبُّكُمْ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ الَّذِيْ فَطَرَهُنَّ ۖ وَ اَنَا عَلٰى ذٰلِكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿٥٦﴾

قَالَ لَقَدْ كُنْتُمْ اَنْتُمْ - (ابراہیم نے) کہا بلاشبہ یقیناً تھے تم

وَ اٰبَآؤُكُمْ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ - اور تمہارے باپ دادا کھلی گمراہی میں

ضَلٰل : گمراہی

قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا بِالْحَقِّ - انہوں نے کہا کیا تو آیا ہے ہمارے پاس حق کے ساتھ

جَآءَ يَجِيْٓءُ ، مَجِيْٓءٌ : آنا

اَمْ اَنْتَ مِنَ اللّٰعِبِيْنَ - یا تو کھیل کرنے والوں میں سے ہے

لَاعِبِيْنَ: لَاعِبْ کی جمع - کھیل کرنے والے

قَالَ بَلْ رَّبُّكُمْ - اس نے کہا بلکہ تمہارا رب

رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ - آسمانوں اور زمین کا رب ہے

الَّذِيْ فَطَرَهُنَّ - جس نے پیدا کیا انہیں

فَطَرَ يَفْطُرُ ، فَطْرًا: پیدا کرنا (عدم سے)، پھاڑنا

وَ اَنَا عَلٰى ذٰلِكُمْ - اور میں اس پر

مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ - گواہوں میں سے ہوں

شَاهِدِيْن : شَاهِدٌ کی جمع - گواہی دینے والے

وَلَقَدْ آتَيْنَا إِبْرَاهِيمَ رُشْدَهُ مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا بِهِ عَالِمِينَ ﴿٥١﴾ إِذْ قَالَ لِأَبِيهِ وَقَوْمِهِ مَا هَٰذِهِ التَّمَاثِيلُ الَّتِي أَنْتُمْ لَهَا عَاكِفُونَ ﴿٥٢﴾ قَالُوا وَجَدْنَا آبَاءَنَا لَهَا عَابِدِينَ
﴿٥٣﴾ قَالَ لَقَدْ كُنْتُمْ أَنْتُمْ وَآبَاؤُكُمْ فِي ضَلَالٍ مُبِينٍ ﴿٥٤﴾ قَالُوا أَجِئْتَنَا بِالْحَقِّ أَمْ أَنْتَ مِنَ اللَّاعِبِينَ ﴿٥٥﴾ قَالَ بَلْ رَبُّكُمْ رَبُّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ الَّذِي فَطَرَهُنَّ وَ
أَنَا عَلَىٰ ذَٰلِكُمْ مِنَ الشَّاهِدِينَ ﴿٥٦﴾

اُس سے بھی پہلے ہم نے ابراہیمؑ کو اُس کی ہوش مندی بخشی تھی اور ہم اُس کو خوب جانتے تھے
یاد کرو وہ موقع جبکہ اُس نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا تھا کہ "یہ مورتیں کیسی ہیں جن کے
تم لوگ گرویدہ ہو رہے ہو؟" انہوں نے جواب دیا "ہم نے اپنے باپ دادا کو ان کی عبادت
کرتے پایا ہے" انہوں نے جواب دیا "ہم نے اپنے باپ دادا کو ان کی عبادت کرتے پایا
ہے" انہوں نے کہا "کیا تو ہمارے سامنے اپنے اصلی خیالات پیش کر رہا ہے یا مذاق کرتا
ہے؟" اُس نے جواب دیا "نہیں، بلکہ فی الواقع تمہارا رب وہی ہے جو زمین اور آسمانوں کا رب
اور اُن کا پیدا کرنے والا ہے اِس پر میں تمہارے سامنے گواہی دیتا ہوں

surely, We had bestowed wisdom upon Abraham even earlier, and We knew him well.
Recall, when he said to his father and his people: "What are these images to which you are devoutly clinging?" They answered: "We found our fathers worshipping them." He said: "Certainly you and your fathers have all been in manifest error." They said: "Are you expressing your true ideas before us or are you jesting?" He said: "Nay, but your Lord is the Lord of the heavens and the earth which He created and to that I bear witness before you.

محمد اقبال

وَلَقَدْ اٰتَيْنَاۤ اِبْرٰهِيْمَ رُشْدَهٗ مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا بِهٖ عٰلِمِيْنَ ۝٥١ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ مَا هٰذِهِ التَّمَاثِيْلُ الَّتِيْۤ اَنْتُمْ لَهَا عٰكِفُوْنَ ۝٥٢ قَالُوْا وَجَدْنَاۤ اٰبَآءَنَا لَهَا عٰبِدِيْنَ ۝٥٣

ابراہیم علیہ السلام کا تذکرہ (رشد و ہدایت میں ان کا خاص مرتبہ)

- موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کے تذکرے کے بعد اب ابراہیم علیہ السلام کا تفصیل سے ذکر۔ نزولِ قرآن کے وقت اور اب بھی تینوں بڑے مذاہب اسلام، عیسائیت اور یہودیت انھیں اپنا مقتداء سمجھتے ہیں اور اہلِ عرب بالخصوص انھیں کو اپنا جدِ امجد، مورثِ اعلیٰ اور حقیقی رہنما سمجھتے تھے

- ان کے تذکرے کے آئینے میں یہ دکھانا مقصود ہے کہ نبی کریم ﷺ جس طرح شب و روز توحید کے فروغ اور شرک کے رد میں اپنی تمام تر صلاحیتوں کو وقف کر رہے ہیں، حضرت ابراہیم (علیہ السلام) نے بھی ایسا ہی کیا تھا، وہی پیغام نبی اکرم ﷺ اہلِ مکہ کے سامنے لے کر آئے۔ دونوں کی جدوجہد، قربانیاں، اور استقامت ایک ہی روشنی کے مختلف مظاہر ہیں۔ نبی کریم ﷺ کی ساری محنت، صبر، اور ایثار حضرت ابراہیمؑ کی اسی سُنت کا تسلسل ہے

- **ابراہیم علیہ السلام کی صفتِ رشد:** لفظ رُشد محض ہدایت یا عقل مندی کے معنوں میں محدود نہیں، بلکہ وہ جامع کیفیت ہے جس میں درست فہم، غیر معمولی بصیرت، حکمتِ عملی، اور عملی جرأت یکجا ہوتی ہے۔ حضرت ابراہیمؑ کے کردار میں یہ رُشد اپنے کمال پر دکھائی دیتا ہے - ایک نوعمر نوجوان کا باطل کے سامنے تنِ تنہا کھڑا ہونا، اپنے والد اور پوری قوم کو للکارنا، اقتدار کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر حق بات کہنا، اور ہر خطرے کے باوجود اپنے مشن سے پیچھے نہ ہٹنا - قرآن نے اسی غیر معمولی فہم، دانش، اور عزم کو "رُشد" کہا ہے ایک ایسا وصف جس کا پورا مفہوم شاید کسی زبان میں ادا نہیں ہو سکتا۔

- اللہ تعالیٰ کسی کو بلاسبب نبوت جیسی ذمہ داری نہیں دیتا، یہ وہ اسی کو دیتا ہے جسے وہ اس کے لائق سمجھتا ہے، اس لیے آپ ﷺ پر (مشرکین مکہ کا) یہ اعتراض بے معنی ہے کہ نبوت کے لیے آپ ہی کیوں منتخب کیا گیا ہے (اللّٰهُ أَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهُ)

اِذۡ قَالَ لِاَبِيۡهِ وَقَوۡمِهٖ مَا هٰذِهِ التَّمَاثِيۡلُ الَّتِىۡۤ اَنۡتُمۡ لَهَا عٰكِفُوۡنَ ﴿۵۲﴾ قَالُوۡا وَجَدۡنَاۤ اٰبَآءَنَا لَهَا عٰبِدِيۡنَ ﴿۵۳﴾ قَالَ لَقَدۡ كُنۡتُمۡ اَنۡتُمۡ وَاٰبَآؤُكُمۡ فِىۡ ضَلٰلٍ مُّبِيۡنٍ ﴿۵۴﴾

ابراہیم علیہ السلام کی قوم سے اصنام کے بارے میں بحث

- جس واقعے کا یہاں ذکر ہے یہ دراصل قریش کے لیے ایک آئینہ تھا، جن کی ساری مذہبی برتری حضرت ابراہیمؑ کی نسبت پر قائم تھی۔ قرآن نے ابراہیمؑ کا ذکر اسی لیے کیا کہ ان کے نام پر شرک کرنے والے قریش کو یاد دلایا جائے کہ وہ خود اپنے جدِ امجد کی تعلیم کے خلاف کھڑے ہیں۔
- اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کو جس غیر معمولی بصیرت، دانش اور حوصلے سے نوازا تھا، وہ اسی وقت نمایاں ہو گیا جب آپ جوانی کی عمر میں اپنے ماحول کے باطل نظام کے خلاف آواز اٹھاتے ہیں۔ یہ وہ عمر ہوتی ہے جب انسان خواہشات کے پیچھے بہہ جاتا ہے، کسی سنجیدہ بات کو سننے کا بھی روادار نہیں ہوتا، مگر حضرت ابراہیمؑ اسی دور میں اپنی قوم کے رائج باطل عقائد کے مقابل کھڑے نظر آتے ہیں۔ انھوں نے بخوبی جان لیا تھا کہ بت پرستی دراصل اقتدار اور مذہبی طبقے کی ملی بھگت سے قائم ہے، اور ان کے خلاف بولنا مصائب کو دعوت دینے کے مترادف ہے
- پھر بھی آپؑ نے اس خوف کے باوجود اپنے رب کے دیے ہوئے فریضے کو نبھایا۔ سب سے پہلے اپنے باپ کو سمجھایا کہ جس خدا نے تمہیں پیدا کیا اور رزق دیا، عبادت اسی کے لیے ہونی چاہیے۔ ان پتھروں کے لیے نہیں جنہیں تم نے خود تراشا ہے۔ پھر اپنی قوم کو بتایا کہ یہ مورتیاں جنہیں تم الوہیت کی علامت سمجھتے ہو، نہ سن سکتی ہیں، نہ بول سکتی ہیں، نہ کسی نفع یا نقصان کی طاقت رکھتی ہیں۔ ان کے سامنے چڑھاوے چڑھانا اور جھکنا صرف جہالت اور خود فریبی ہے۔ حضرت ابراہیمؑ کا یہ احتجاج صرف توہمات کی تردید نہیں تھا، بلکہ اس اعلانِ حق کا آغاز تھا جو ہر باطل طاقت کے لیے چیلنج بن گیا۔
- لیکن ان کی قوم کی وہی دلیل کو شرک کے علمبردار ہمیشہ پیش کرتے رہے کہ یہ تو ہمارے باپ دادا کا طریقہ چلا آرہا ہے

وَتَاللّٰهِ لَاَكِيْدَنَّ اَصْنَامَكُمْ بَعْدَ اَنْ تُوَلُّوْا مُدْبِرِيْنَ ﴿۵۷﴾ فَجَعَلَهُمْ جُذٰذًا اِلَّا كَبِيْرًا لَّهُمْ لَعَلَّهُمْ اِلَيْهِ يَرْجِعُوْنَ ﴿۵۸﴾ قَالُوْا مَنْ فَعَلَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَآ اِنَّهٗ لَمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۵۹﴾ قَالُوْا سَمِعْنَا فَتًى يَّذْكُرُهُمْ يُقَالُ لَهٗٓ اِبْرٰهِيْمُ ﴿۶۰﴾

وَتَاللّٰهِ لَاَكِيْدَنَّ - اور اللہ کی قسم ضرور بالضرور میں خفیہ تدبیر کرونگا

تَاللّٰهِ (تَ) : حرفِ جار (ت قسمیہ)

لَ : لامِ تاکید

كَادَ يَكِيْدُ ، كَيْدًا : خفیہ تدبیر / سازش کرنا

نَّ : نونِ تاکیدِ ثقیلہ

لَأَكِيدَنَّ میں لامِ تأکید اور نونِ تأکیدِ ثقیلہ کے اجتماع سے یقینی، پختہ، اور فیصلہ کن ارادے کا مفہوم پیدا ہوتا ہے

اَصْنَامَكُمْ - تمہارے بتوں کی

اَصْنَام: صَنَمٌ کی جمع (بت)

بَعْدَ اَنْ تُوَلُّوْا مُدْبِرِيْنَ۔ اس کے بعد کہ تم چلے جاؤگے پیٹھ پھیر کر

وَلّٰى يُوَلِّيْ ، تَوْلِيَةٌ : منہ پھیرنا (II)

أَدْبَرَ يُدْبِرُ ، إِدْبَارًا: پیچھے کی طرف جانا (IV)

مُدْبِر : پیٹھ پھیرنے والا (جمع مُدْبِرِيْنَ)

فَجَعَلَهُمْ جُذٰذًا - پھر اس نے کردیا انہیں ٹکڑے ٹکڑے

جَعَلَ يَجْعَلُ ، جَعْلًا : بنا نا

جَذَّ يَجُذّ ، جَذًّا : ریزہ ریزہ کرنا

اس میں شدت، تیزی، اور مکمل علیحدگی کا مفہوم ہے

اِلَّا كَبِيْرًا لَّهُمْ - سوائے ان کے بڑے کے (یعنی اسے چھوڑ دیا)

لَعَلَّهُمْ اِلَيْهِ يَرْجِعُوْنَ - تاکہ وہ اس کی طرف رجوع کریں

قَالُوْا مَنْ فَعَلَ هٰذَا - انہوں نے کہا کس نے کیا ہے یہ (کام)

قَالُوْا فَاْتُوْا بِهٖ عَلٰٓى اَعْيُنِ النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَشْهَدُوْنَ ﴿٦١﴾ قَالُوْٓا ءَاَنْتَ فَعَلْتَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَا يٰٓاِبْرٰهِيْمُ ﴿٦٢﴾ قَالَ بَلْ فَعَلَهٗ ۖ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا فَسْـَٔلُوْهُمْ اِنْ كَانُوْا يَنْطِقُوْنَ ﴿٦٣﴾

بِاٰلِهَتِنَآ - ہمارے معبودوں کے ساتھ

اِنَّهٗ لَمِنَ الظّٰلِمِيْنَ - بلاشبہ وہ یقیناً ظالموں میں سے ہے

قَالُوْا سَمِعْنَا فَتًى - انہوں نے کہا ہم نے سنا ہے ایک نوجوان کو

فَتی : نوجوان

يَّذْكُرُهُمْ يُقَالُ لَهٗٓ اِبْرٰهِيْمُ - وہ ذکر کرتا رہتا ہے انکا کہا جاتا ہے اسکو ابراہیم

قَالُوْا فَاْتُوْا بِهٖ - انہوں نے کہا پھر لے آؤ اس کو

اَتٰی یَاْتِیْ ، اِتْیَانٌ : آنا (اگر ب کے ساتھ ہو تو معنی لے آنا)

عَلٰٓى اَعْيُنِ النَّاسِ - لوگوں کی آنکھوں کے سامنے

اَعْیُن : عَیْنٌ کی جمع (آنکھیں)

لَعَلَّهُمْ يَشْهَدُوْنَ - تاکہ وہ گواہ ہو جائیں

شَهِدَ یَشْهَدُ ، شَهَادَةٌ: گواہ ہونا

قَالُوْٓا ءَاَنْتَ فَعَلْتَ هٰذَا - انہوں نے کہا کیا تو نے کیا ہے یہ (کام)

بِاٰلِهَتِنَا يٰٓاِبْرٰهِيْمُ - ہمارے معبودوں کے ساتھ اے ابراہیم ؟

فَرَجَعُوٓا اِلٰٓى اَنۡفُسِهِمۡ فَقَالُوۡۤا اِنَّكُمۡ اَنۡتُمُ الظّٰلِمُوۡنَۙ ﴿۶۴﴾

قَالَ بَلۡ فَعَلَهٗ - اس نے کہا بلکہ کیا ہے اس کو

كَبِيۡرُهُمۡ هٰذَا - ان کے اس بڑے نے یہ (سب)

فَسۡـئَلُوۡهُمۡ - تم پوچھ لو ان سے

سَاَلَ یَسْئَلُ ، سُؤَالًا: پوچھنا، سوال کرنا

اِنۡ كَانُوۡا يَنۡطِقُوۡنَ - اگر یہ بولتے ہیں۔

نَطَقَ یَنْطِقُ ، نَطْقًا: بولنا

اردو میں: نطق، ناطق (حیوانِ ناطق)، منطق، ناطقہ

فَرَجَعُوۡۤا - پھر وہ لوٹے

رَجَعَ یَرْجِعُ ، رُجُوْعٌ: رجوع کرنا، پلٹنا

اِلٰٓى اَنۡفُسِهِمۡ - اپنے نفسوں (دلوں) کی طرف

فَقَالُوۡۤا - تو کہنے لگے

اِنَّكُمۡ اَنۡتُمُ الظّٰلِمُوۡنَ - بیشک تم (خود ہی) ظالم ہو۔

وَتَاللّٰهِ لَاَكِيْدَنَّ اَصْنَامَكُمْ بَعْدَ اَنْ تُوَلُّوْا مُدْبِرِيْنَ ۝٥٧ فَجَعَلَهُمْ جُذٰذًا اِلَّا كَبِيْرًا لَّهُمْ لَعَلَّهُمْ اِلَيْهِ يَرْجِعُوْنَ ۝٥٨ قَالُوْا مَنْ فَعَلَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَآ اِنَّهٗ لَمِنَ الظّٰلِمِيْنَ
۝٥٩ قَالُوْا سَمِعْنَا فَتًى يَّذْكُرُهُمْ يُقَالُ لَهٗٓ اِبْرٰهِيْمُ ۝٦٠ قَالُوْا فَاْتُوْا بِهٖ عَلٰٓى اَعْيُنِ النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَشْهَدُوْنَ ۝٦١ قَالُوْٓا ءَاَنْتَ فَعَلْتَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَا يٰٓاِبْرٰهِيْمُ ۝٦٢ قَالَ بَلْ
فَعَلَهٗ ۖ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا فَسْـَٔلُوْهُمْ اِنْ كَانُوْا يَنْطِقُوْنَ ۝٦٣ فَرَجَعُوْٓا اِلٰٓى اَنْفُسِهِمْ فَقَالُوْٓا اِنَّكُمْ اَنْتُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝٦٤

اور خدا کی قسم میں تمہاری غیر موجودگی میں ضرور تمہارے بتوں کی خبر لوں گا" چنانچہ اس نے اُن کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور صرف ان کے بڑے کو چھوڑ دیا تاکہ شاید وہ اس کی طرف رجوع کریں، (اُنھوں نے آکر بتوں کا یہ حال دیکھا تو) کہنے لگے "ہمارے خداؤں کا یہ حال کس نے کر دیا؟ بڑا ہی کوئی ظالم تھا وہ" (بعض لوگ) بولے "ہم نے ایک نوجوان کو ان کا ذکر کرتے سُنا تھا جس کا نام ابراہیمؑ ہے" انھوں نے کہا "تو پکڑ لاؤ اُسے سب کے سامنے تاکہ لوگ دیکھ لیں (اُس کی کیسی خبر لی جاتی ہے)"

(ابراہیمؑ کے آنے پر) اُنھوں نے پوچھا "کیوں ابراہیمؑ، تو نے ہمارے خداؤں کے ساتھ یہ حرکت کی ہے؟" اُس نے جواب دیا "بلکہ یہ سب کچھ ان کے اس سردار نے کیا ہے، اِن ہی سے پوچھ لو اگر یہ بولتے ہوں" یہ سُن کر وہ لوگ اپنے ضمیر کی طرف پلٹے اور (اپنے دلوں میں) کہنے لگے "واقعی تم خود ہی ظالم ہو"

محمد اقبال

وَتَاللّٰهِ لَاَكِيْدَنَّ اَصْنَامَكُمْ بَعْدَ اَنْ تُوَلُّوْا مُدْبِرِيْنَ ﴿٥٧﴾ فَجَعَلَهُمْ جُذٰذًا اِلَّا كَبِيْرًا لَّهُمْ لَعَلَّهُمْ اِلَيْهِ يَرْجِعُوْنَ ﴿٥٨﴾ قَالُوْا
مَنْ فَعَلَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَآ اِنَّهٗ لَمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿٥٩﴾ قَالُوْا سَمِعْنَا فَتًى يَّذْكُرُهُمْ يُقَالُ لَهٗٓ اِبْرٰهِيْمُ ﴿٦٠﴾ قَالُوْا فَاْتُوْا بِهٖ عَلٰٓى اَعْيُنِ
النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَشْهَدُوْنَ ﴿٦١﴾ قَالُوْٓا ءَاَنْتَ فَعَلْتَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَا يٰٓاِبْرٰهِيْمُ ﴿٦٢﴾ قَالَ بَلْ فَعَلَهٗ ۖ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا فَسْـَٔلُوْهُمْ اِنْ
كَانُوْا يَنْطِقُوْنَ ﴿٦٣﴾ فَرَجَعُوْٓا اِلٰٓى اَنْفُسِهِمْ فَقَالُوْٓا اِنَّكُمْ اَنْتُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿٦٤﴾

By Allah, I shall certainly carry out my plan against your gods after you are gone." Then he broke them all into pieces, sparing only the supreme one among them that they may possibly return to him. (When they saw the idols in this state) they said: "Who has done this to our gods? Surely he is one of the wrong-doers." Some of them said: "We heard a youth called Abraham speak (ill) of them." The others said: "Bring him, then, before the eyes of the people that they may see (what will be done to him)." (On Abraham's arrival) they said: "Abraham, are you he who has done this to our gods?" He answered: "Rather it was this supreme one who has done it. So ask them, if they can speak." Thereupon they turned to their (inner) selves and said (to themselves): "Surely it is you who are the wrong-doers."

وَتَاللّٰهِ لَاَكِيْدَنَّ اَصْنَامَكُمْ بَعْدَ اَنْ تُوَلُّوْا مُدْبِرِيْنَ ﴿۵۷﴾ فَجَعَلَهُمْ جُذٰذًا اِلَّا كَبِيْرًا لَّهُمْ لَعَلَّهُمْ اِلَيْهِ يَرْجِعُوْنَ ﴿۵۸﴾ قَالُوْا مَنْ فَعَلَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَاۤ اِنَّهٗ لَمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۵۹﴾

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اچھوتا انداز تبلیغ

- ابراہیم علیہ السلام نے پہلے عقلی استدلال سے بتوں کی عبادت کی نامعقولیت سمجھانے کی کوشش کی لیکن لوگ بتوں کی عصبیت میں اندھا ہونے کے باعث آپ علیہ السلام کی بات قبول کرنے کے لیے تیار نہیں تھے، تو آپ نے اپنا طرزِ استدلال بدل لیا اور انہیں یہی بات عملی مشاہدے سے سمجھانے کا فیصلہ کیا
- اس کا اظہار آپ نے دبی زبان میں یہ کہتے ہوئے کیا کہ میں تمہارے بتوں کے ساتھ ایسی تدبیر کروں گا کہ جس سے تمہیں بتوں کی بے بضاعتی، اور بے بسی کا اندازہ ہو جائے گا اور پھر میں تم سے پوچھوں گا کہ کیا خدا ایسا بے بس اور ایسا گیا گزرا ہوتا ہے۔ میں تمہیں جس خدا کی طرف دعوت دے رہا ہوں وہ ساری کائنات کا خالق ومالک اور سب کا رزق رساں ہے اور تم اس کے مقابلے میں جن بتوں کی پوجا کر رہے ہو اور ان کو خدا سمجھتے ہو ان کی بے بسی کا وہ عالم ہے جو تمہارے سامنے ہے۔
- حضرت ابراہیمؑ نے قوم کے تہوار کے دن اس وقت بت کدے میں داخل ہو کر تمام بتوں کو توڑ ڈالا، سوائے بڑے بت کے، جس کے کندھے پر کلہاڑا رکھ دیا۔ مقصد یہ تھا کہ جب لوگ واپس آئیں تو سوچیں کہ یہ بے جان مورتیاں خود کو بھی نہ بچا سکیں، پھر کیسے خدا ہو سکتی ہیں؟ یا کم از کم وہ تحقیق کرتے ہوئے ابراہیمؑ تک پہنچیں، تاکہ آپ ان کے سامنے توحید کی حقانیت واضح کریں
- جب لوگ واپس آئے تو دیکھا کہ ان کے سارے بت ٹوٹے پڑے ہیں، صرف بڑا بت اپنی جگہ موجود ہے۔ مگر کسی نے یہ سوچنے کی زحمت نہ کی کہ اگر یہ واقعی خدا تھے تو خود کو کیوں نہ بچا سکے؟ اور اگر بڑا بت طاقتور تھا تو اس نے باقی بتوں کا دفاع کیوں نہ کیا؟ دراصل، جب انسان کی عقل اندھی تقلید اور خرافات کے بوجھ تلے دب جاتی ہے تو وہ سوچنے کی صلاحیت کھو دیتا ہے، نہ سوال اٹھاتا ہے، نہ حقیقت پر غور کرتا ہے۔ یہی حال ان لوگوں کا تھا، جن کی عقل ایمان کے بجائے رسم و روایت کی غلام بن چکی تھی۔

قَالُوْا سَمِعْنَا فَتًى يَّذْكُرُهُمْ يُقَالُ لَهٗٓ اِبْرٰهِيْمُ ؁۶۰ قَالُوْا فَاْتُوْا بِهٖ عَلٰٓي اَعْيُنِ النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَشْهَدُوْنَ ؁۶۱ قَالُوْٓا ءَاَنْتَ فَعَلْتَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَا يٰٓاِبْرٰهِيْمُ ؁۶۲ قَالَ بَلْ فَعَلَهٗ ڰ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا
فَسْــَٔـلُوْهُمْ اِنْ كَانُوْا يَنْطِقُوْنَ ؁۶۳ فَرَجَعُوْٓا اِلٰٓى اَنْفُسِهِمْ فَقَالُوْٓا اِنَّكُمْ اَنْتُمُ الظّٰلِمُوْنَ ؁۶۴

- جو لوگ حضرت ابراہیم کے رجحانات اور ان کو مذکورہ بالا دعوت اور ان کے چیلنج سے آگاہ تھے انھوں نے بتایا کہ یہ اسی نوجوان کی حرکت ہو سکتی ہے جس کو ابراہیم کہتے ہیں، ہم نے اس کو ان بتوں کا ذکر تحقیر کے ساتھ کرتے سنا ہے
- حضرت ابراہیم پر الزام قائم ہو جانے کے بعد قوم کے سربراہوں نے حکم دیا کہ حضرت ابراہیم کو عام لوگوں کے سامنے لا کر پبلک کی موجودگی میں ان سے پوچھ گچھ کی جائے کہ سارا معاملہ لوگوں کے سامنے آئے اور لوگ اس کے گواہ رہیں
- یہ گویا حضرت ابراہیم کی منہ مانگی مراد تھی، کیونکہ وہ بھی یہی چاہتے تھے کہ بات صرف پروہتوں اور پجاریوں ہی کے سامنے نہ ہو بلکہ عام لوگ بھی موجود ہوں اور سب دیکھ لیں کہ یہ بت جو ان کے قاضی الحاجات بنا کر رکھے گئے ہیں کیسے بے بس ہیں اور خود یہ پروہت حضرات ان کو کیا سمجھتے ہیں۔ اس طرح ان پجاریوں سے بھی وہی حماقت سرزد ہوئی جو فرعون سے سرزد ہوئی تھی۔ اس نے بھی جادوگروں سے حضرت موسیٰ کا مقابلہ کرانے کے لیے ملک بھر کی خلقت جمع کی تھی
- ابراہیم (علیہ السلام) عام لوگوں کے سامنے، پیشوایان دین کی عدالت میں پیش کئے گئے اور ان سے سوال ہوا کہ ابراہیم کیا ہمارے معبودوں کے ساتھ یہ جرم تم نے کیا ہے؟ حضرت ابراہیم نے نہایت تیکھے طنز اور استہزا کے انداز میں جواب دیا کہ یہ کارستانی تو ان کے اس بڑے کی معلوم ہوتی ہے اور اس بارے میں مجھ سے پوچھنے کی کیا ضرورت ہے، آخر آپ لوگ انہی سے کیوں نہیں پوچھتے، اگر یہ بولتے ہیں تو خود ہی اپنی کہانی آپ کو سنا دیں گے !
- حضرت ابراہیم کی اس ٹھوکر نے ان کو متنبہ کیا اور وہ اپنے باطن کی آواز اور اپنے عقل و دل کی رہنمائی کی طرف متوجہ ہوئے اور ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ تم لوگ تو اس نوجوان کو ظالم کہتے ہو لیکن اس نے ثابت کر دیا کہ ظالم وہ نہیں بلکہ ظالم تم خود ہو کہ ایسی چیزوں کو معبود بنائے بیٹھے ہو جو یہ صلاحیت بھی نہیں رکھتی ہیں کہ خود اپنے سر پر آئی ہوئی مصیبت کو دفع کر سکیں

اضافی مواد

Reference Material

سورۃ الانبیاء (آیات 51-73) - حضرت ابراہیمؑ کا واقعہ

- حضرت ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ سورۃ الانبیاء (آیات 51-73) میں انبیاء کے متواتر ذکر کے درمیان ایک کلیدی مقام پر آیا ہے، جس کا سورت کے مرکزی مضمون کے ساتھ گہرا ربط ہے
- سورت کا محور توحید کی دعوت ہے، جسے تمام انبیاء کا مشترکہ پیغام کی حیثیت سے پیش کیا گیا ہے۔ اور یہ واقعہ گویا توحید کے عالمی منشور کی حیثیت رکھتا ہے، جو سورت کے مرکزی موضوع کو بڑی جامعیت کے ساتھ پیش کرتا ہے اور دعوتِ حق کے لیے دائمی طور پر مشعلِ راہ ہے
- یہ واقعہ ابراہیم علیہ السلام کی زندگی کے کس حصے سے متعلق ہے؟ یہ واقعہ آپ علیہ السلام کا بچپن، ہدایت کا آغاز، شرک کے خلاف موقف، بت شکنی، قوم سے مکالمہ، قوم کی مخالفت اور انہیں آگ میں ڈالنے کی سازش؛ اللہ کے اذن سے آگ کا اُن کے لئے ٹھنڈی اور سلامتی بن جانا، دعائیں، آگے نسل کی بشارت، اور اللہ کی طرف سے مدد پر مشتمل ہے
- اس واقعے کا مقام اور محل : چونکہ سورت کا مرکزی موضوع توحید ہے تو اس پیغام کے عظیم داعی ابراہیم علیہ السلام کی قوم اور ان کے باپ کی بت پرستی کے خلاف یہ واقعہ ان کی دعوت توحید کا عکاس ہے
- آپ ﷺ جو دعوت پیش کر رہے تھے، ابراہیم علیہ السلام کا یہ واقعہ اس کو موکد کرتا ہے
- ابراہیمؑ نے اپنا پوری زندگی توحید کی دعوت میں لگا دی۔یہی وہ پیغام ہے جو ہر نبی لایا۔ ی
- ابراہیمؑ کی قوم نے پیغامِ توحید کو رد کیا، اس کا انجام عبرت بن کر سامنے رکھا گیا ۔ دعوت کو رد کرنے کا انجام خسارہ ہے
- اس قصے سے واضح ہوتا ہے کہ انبیاء کا سامنا ہر دور میں کفر و شرک سے رہا، اور ان کے لیے صبر و استقامت کی ضرورت ہے

سورۃ الانبیاء (آیات 51-73) - حضرت ابراہیمؑ کا واقعہ

قصہ ابراہیم علیہ السلام - اسباق، دعوتی وتربیتی پہلو

- دعوت دلیل اور حکمت کے ساتھ: ابراہیم علیہ السلام نے دعوتِ توحید میں دلیل اور عقل کی بہترین استعمال کیا - مذہبی اور دعوتی بیانیہ صرف جذباتی نہیں، عقلی بھی ہونا چاہیے۔
- تدریجی دلائل فراہم کرنا: لوگوں کو صرف ایک جملے میں چپ کرانا کافی نہیں، بت پرستی کے عقلی، جذباتی اور عملی پہلوؤں کو بتانے کے لیے عام فہم، عقلی مثالیں درکار ہے۔ دعوت میں حکمت، مناظرہ، اور دلائل کا استعمال ناگزیر ہے
- تکفیر یا تذلیل نہیں بلکہ اصلاح معاشرہ: محض بت توڑنا (نقصان پہنچانا) آپؑ کا مقصد نہ تھا بلکہ اس مظاہرے سے لوگوں پر شرک اور بتوں کی نامعقولیت ثابت کرکے لوگوں کو بتوں کی غلامی سے آزاد کرنا تھا
- اخلاقی اور تربیتی اسباق: ابراہیم علیہ السلام کے کردار میں حکمتِ گفتگو، مزاج میں حلم، بحث میں دلائل اور پیغام توحید پر غیر معمولی استقامت میں داعیانِ الی اللہ کے لیے بے شمار اسباق ہیں
- اللہ کی مدد: (آگ کا ٹھنڈا ہو جانا اس حقیقت کی نشانی کہ) اللہ کی مدد اہل ایمان کے ساتھ ہوتی ہے خواہ ظاہری اسباب کتنے ہی مخالف ہوں
- صبر واستقامت: دعوت کے دوران شدید مخالفت اور تکلیف کا سامنا - مگر ابراہیم علیہ السلام نے صبر و استقامت کے ساتھ اللہ کی مدد پر بھروسا رکھا۔ آپؑ نے بچپن سے لے کر جوانی تک، اپنے خاندان، قوم اور طاقتور حکمران کے خلاف تن تنہا توحید کا پرچم بلند رکھا۔ اہل ایمان کے لیے صبر کا عظیم نمونہ ہے (خاندانی اور سماجی مخالفت پر صبر)

سورۃ الانبیاء (آیات 51-73) - حضرت ابراہیمؑ کا واقعہ

قصہ ابراہیم علیہ السلام - اسباق، دعوتی و تربیتی پہلو

- **خاندانی اور معاشرتی ذمہ داری**: ابراہیمؑ نے اپنے والد اور قوم کے لیے نصیحت اور شفاعت کا ذریعہ بننے کی کوشش کی - خاندان اور سماج کے لیے دعا اور اصلاح کی کوشش ضروری ہے، چاہے وہ قبول نہ بھی کریں۔
- **عدم مداہنت** : آپؑ کی شدید مخالفت ہوئی لیکن آپ نے توحید کے پیغام پر کوئی سمجھوتہ/مداہنت قبول نہ کی، اپنی قوم اور اپنے والد کے سامنے بت پرستی کی مذمت کھل کر کی

ہزار خوف ہو لیکن زباں ہو دل کی رفیق　　یہی رہا ہے ازل سے قلندروں کا طریق

- **باطل کے مرکز پر براہِ راست ضرب** : صرف لسانی اور زبانی دعوت کافی نہیں، بلکہ داعی کو عملی طور پر شرک اور باطل کے مراکز کو چیلنج کرنا چاہیے تاکہ لوگ اس کی حقیقت دیکھ سکیں (آپؑ نے بتوں کو توڑ کر، صرف سب سے بڑے کو چھوڑ کر قوم کو یہ سوچنے پر مجبور کیا کہ ان کے معبود بے بس اور بے اختیار ہیں)
- **راہِ حق میں نتائج سے بے خوفی** : حق کی راہ میں سخت سے سخت نتائج اور مصائب کا سامنا کرنے کے لیے تیار رہنا ہی داعی کا شیوہ ہے (آپؑ کو آگ میں ڈالنے کا حکم دیا گیا، جو کہ جانی خطرہ تھا، لیکن انہوں نے توحید کے موقف سے رجوع نہیں کیا)
- **اللہ پر مکمل توکل اور بھروسہ** : شدید ترین مشکل حالات میں بھی انسان کو صرف اللہ کی ذات پر بھروسہ کرنا چاہیے، کیونکہ وہی قادرِ مطلق ہے (آگ میں ڈالے جاتے وقت حضرت ابراہیم نے کسی کی مدد لینے کا گمان تک نہ کیا- اللہ پر مکمل بھروسہ)

سورۃالانبیاء (آیات 51-73) - حضرت ابراہیمؑ کا واقعہ

قصہ ابراہیم علیہ السلام - اسباق، دعوتی وتربیتی پہلو

- **تمام امور میں اللہ کی رضا**: زندگی کے تمام کاموں میں اللہ کی رضا کو مقدم رکھا۔ یکسو ہو کر اپنا رخ اپنے مالک اور خالق کی طرف۔ ہمارے تمام امور اور ہماری حرکات وسکنات کا مرکز اللہ کی رضا ہو۔

میری زندگی کا مقصد تیرے دیں کی سرفرازی　　　میں اسی لیے مسلماں، میں اسی لیے نمازی

إِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ حَنِيفًا ۖ - میں نے تو یکسو ہو کر اپنا رخ اُس ہستی کی طرف کر لیا جس نے زمین اور آسمانوں کو پیدا کیا ہے

- **انعام الٰہی کا یقین اور امید**: آگ کا ٹھنڈا ہو جانا اور پھر انہیں ہجرت کی صورت میں "برکت والی زمین" کا ملنا ان کے صبر اور استقامت کا اجر تھا۔ اللہ کے راستے میں جدوجہد کرنے والوں کا انجام ہمیشہ نجات، رحمت، اور دنیا وآخرت کی بھلائی ہوتا ہے۔ مؤمن کو ہمیشہ اللہ کی نصرت کی امید رکھنی چاہیے۔

- **صالح اولاد کے لیے دعا اور کوشش**: اللہ نے انہیں صرف نجات ہی نہیں دی بلکہ انہیں حضرت اسحاق اور یعقوب علیہم السلام جیسی صالح اولاد بھی عطا فرمائی، جس سے نبیوں کا سلسلہ چلا۔ دین کی اقامت کی کوششوں میں نسل کی تربیت اور صالح اولاد کی دعا شامل ہونی چاہیے تاکہ دعوت کا کام جاری رہ سکے۔ (آپؑ نے اسماعیلؑ کے ساتھ کعبہ کی تعمیر کے وقت بھی ان کی اولاد میں سے جس رسول کی دعا مانگی تھی اس کا مقصد بھی اس توحید کی دعوت کو پھیلانا اور لوگوں کا کفر وشرک سے پاک کرنا تھا